ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.5,Issue No.3(2023)
(October to December)

فہمیدہ ریاض: اُردو نظم کی ایک قابلِ تعریف نسائی آواز

Fehmida Riaz: A Commendable Feminine Voice of Urdu Poem

عظمیٰ نورین
شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ
ڈاکٹر رفعت چوہدری
شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

Uzma Noreen
Doctoral Candidate Urdu, GCW University, Sialkot
Dr. Rifat Choudhry
Lecturer, Department of Urdu, GCW University, Sialkot

Abstract:
Fehmida Riaz, a celebrated poet of the 20th and 21st centuries, stands out as a bold and influential female voice in Urdu poetry. Born on July 28, 1942, in Meerut to an educated family, she left a lasting impact with her prolific work in poetry, translation, and writing. She fearlessly confronted the oppression and gender discrimination prevalent in patriarchal societies through her vibrant expressions. Passing away on November 21, 2018, and laid to rest in Lahore, Fehmida Riaz's unique contribution lies in her distinct feminist perspective. Her poetry serves as a powerful portrayal of women's feelings and emotions, offering insights that perhaps only a woman can truly comprehend. In the realm of contemporary poetry, she holds a prominent position, setting a standard that distinguishes her among her peers. Beyond her artistic prowess, Fehmida Riaz's poetry has become a cornerstone for those navigating the realm of literature.

Keywords: Fehmida Riaz ,Urdu Poetry, fearlessly, discrimination, feminist perspective, contemporary, literature

اُردو شعر و سخن کے میدان میں ایک بے باک، نڈر، جرات رندانہ، انقلابی اور معتبر نسائی آواز بیسویں اور اکیسویں صدی کی معروف و مقبول شاعرہ فہمیدہ ریاض کی ہے۔ ان کا قلم عورت پر ہونے والے ظلم و ستم اور پدر سری معاشرے میں ہونے والے غیر مساوی صنفی امتیاز پر ببانگ دہل احتجاجی آواز بلند کرتا دکھائی دیتا ہے۔ فہمیدہ ریاض ایک اعلیٰ پائے کی مصنفہ، مترجم اور مقبول شاعرہ

تھیں۔ وہ 28 جولائی 1942ء کو میرٹھ[1] کے ایک تعلیم یافتہ خاندان میں پیدا ہوئیں۔ والد کا نام ریاض الدین تھا۔ چار برس کی عمر میں ہی یتیمی نے آن گھیرا اور والدہ نے ان کی پرورش کی۔ ایام طفولیت میں اُردو، سندھی اور فارسی زبان سے بھی شناسائی حاصل کر لی۔ شاعری کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ پندرہ برس کی عمر میں ان کی پہلی نظم معروف افسانہ نگار اور شاعر احمد ندیم قاسمی کی ادارت میں شائع ہونے والے رجحان ساز ادبی مجلہ "فنون" میں شائع ہوئی۔ فہمیدہ ریاض نے ریڈیو پاکستان سے بطور نیوز کاسٹر عملی زندگی کا باقاعدہ آغاز کیا۔ زمانہ طالب علمی میں سیاسی اور سماجی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ ۲۲ سال کی عمر میں ان کا پہلا شعری مجموعہ "پتھر کی زبان"، دوسرا مجموعہ "بدن دریدہ" جب کہ تیسرا مجموعہ کلام "دھوپ" تھا۔ مارشل لاء کے دور حکومت میں طلبہ یونین پر پابندی کے خلاف احتجاج اور حکومتی پالیسیوں پر تنقید کی پاداش میں ان کو کئی مقدمات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ انھیں جبری جلاوطنی کے نتیجے میں بھارت روانہ ہونا پڑا۔ جس کی وجہ سے آپ کو ہمیشہ ہدف تنقید بنایا جاتا رہا ہے۔ وطن سے دوری کا یہ عرصہ کم و بیش سات سال پر محیط رہا۔

ان کے ادبی سرمایہ میں پتھر کی زبان، خط مرموز (افسانوی مجموعہ)، گودا وری (ناولٹ 2)، کیا تم پورا چاند نہ دیکھو گے، کراچی، گلابی کبوتر، بدن دریدہ، دھوپ، آدمی کی زندگی، کھلے دریچے سے، حلقہ میری زنجیر کا، ادھورا آدمی، پاکستان لٹریچر اینڈ سوسائٹی، قافلے پرندوں کے، یہ خانہ آب و گل، آخری شعری مجموعہ "موسموں کے دائرے میں" تھا جسے بعد ازاں "تم کبیر" کے عنوان سے بدل ڈالا۔ اور ۱۹۶۷ء سے ۲۰۰۰ء تک کی شاعری "سب لعل و گوہر" کے نام سے کلیات کی صورت میں ۲۰۱۱ء میں سنگ میل پبلی کیشنز لاہور نے شائع کی۔

فہمیدہ ریاض ایک بہت باصلاحیت مصنفہ تھیں جنہوں نے متعدد زبانوں میں لکھی گئی کتب کا اُردو میں ترجمہ کیا۔ ترجمہ نگاری میں ان کی خداداد صلاحیتوں کا ایک عالم معترف ہے۔ انہوں نے انسان دوست ماہر نفسیات ایرک[3] کے نفسیاتی و سماجی تجربات و مشاہدات پر مبنی کتاب Fair of Freedom سے ماخوذ ایک کتاب "ادھورا آدمی" کے عنوان سے تحریر کی اور ایرانی جواں مرگ شاعرہ فروغ فرخ زاد کے تمام شعری مجموعوں سے نظمیں منتخب کر کے ترجمہ کیں اور "کھلے دریچے" کے نام سے تحریر کر کے ادب کی زینت بنایا۔ علاوہ ازیں فارسی زبان کے معروف عالم اور نامور شاعر مولانا رومی کے فارسی کلام مثنوی مولانا روم کا ترجمہ "خانہ آب و گل" کے عنوان سے کیا۔ اس سلسلے میں فہمیدہ ریاض کو اولیت کا اعزاز حاصل ہے۔ ہفت زبان کے شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی اور شیخ ایاز کی شاعری کا بھی فہمیدہ ریاض نے کمال مہارت سے اُردو ترجمہ کیا کہ دو تہذیبوں میں سنگم اور امتزاج دیکھ کر قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ فہمیدہ ریاض نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد کی سربراہی کی خدمات بھی سر انجام دے چکی ہیں۔ آپ نے پاکستان کی علاقائی زبانوں کے ادب کا عمیق مطالعہ کرتے ہوئے اُردو، انگریزی، سندھی اور فارسی زبان پر خلاقانہ عبور حاصل کیا۔

ان کی شاعری میں محبت، سماجی دباؤ، معاشرتی استحصال، نسائی مسائل، انسانی عظمت و وقار، سربلندی، حق گوئی و بے باکی، جنگ و جدل کے منفی اثرات، فسادات و شقاوت کے تباہ کن اثرات، سیاست، تاریخ اور لوک ادب مرغوب موضوعات تھے۔ بالخصوص ممنوعہ و متنازعہ موضوعات پر قلم اٹھانے میں چنداں خوف محسوس نہ کرتیں اور دلیرانہ نزاکت کے ساتھ قلمی آواز بلند کرنے کو جہاد کے مترادف خیال کرتی تھیں۔ ادبی دنیا میں انہیں عزت و عظمت کا بلند مرتبہ حاصل رہا۔ ان کی ادبی خدمات کے

اعتراف میں انہیں بہت سے اعزازات سے نوازا گیا۔ اُردو شعر و ادب کا یہ درخشاں ستارہ ۲۱۔ نومبر ۲۰۱۸ء کو ۷۲ سال کی عمر میں جہان فانی سے لافانی میں بسیرا کر گیا۔ عہد حاضر کی شاعرات میں فہمیدہ ریاض ایک منفرد اور نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ ان کے یہاں مایوسی اور قنوطیت کا شائبہ تک نہیں ملتا۔ مطلقہ حیثیت سے گزری زندگی میں ان کی اس دور کی شاعری میں کتنے ہی موضوعات ہیں جن میں آرزومندی، پیار محبت، خانگی و ازدواجی محبت، مامتا، حیض جیسے ممنوعہ موضوع، سماجی رکاوٹیں اور تہذیبی دباؤ یہ سب ایک پیچیدہ حال بنتے محسوس ہوتے ہیں اور اسی طرح ان میں جرات کے ساتھ ساتھ حساسیت بھی پروان چڑھتی دکھائی دیتی ہے۔ ہر زمانے کا شاعر اور فنکار اپنے عہد کے محرکات اور معروضیت کو اپنا موضوع سخن بناتا ہے۔ البتہ اس عہد کے سیاسی و معاشرتی نظام کے تحت اسلوب بیان اختیار کرتے ہوئے معروضی تاریخ رقم کرتا ہے۔ یوں وہ اپنے زمانے کا مورخ بھی کہلاتا ہے۔

اُردو ادب میں نظم کا دامن موضوعات کے اعتبار سے وسعت کا حامل ہے۔ یہ صنف شعر روح عصر کی واضح دلیل ہے۔ فہمیدہ ریاض نے بہت جاندار اور بلند آہنگ کی نظمیں رقم کیں جو اُردو ادب میں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ "پتھر کی زبان" فہمیدہ ریاض کا پہلا شعری مجموعہ ہے اس کی زیادہ تر نظمیں ایک نوجوان لڑکی کے خواب اور نسائی تخیل کی عکاس ہیں۔ بعد ازاں وہ بیان کرتی ہیں کہ کس طرح مرد و زن کا ایک خاص ازلی تعلق ہے جو ہمیشہ قائم رہتا ہے، اور کیسے ایک لڑکی وفا نبھانے میں لڑکے کے لیے سب کچھ تیاگ دیتی ہے۔ ان نظموں میں بھی عورت کی جانب سے ہی وفا کی ریت نبھانے کو اساسی موضوع بنایا گیا ہے۔ مذکورہ مجموعے میں شامل ایک نظم "جھجک" دیکھیے:

یہ مری سوچ کی انجان کنواری لڑکی
غیر کے سامنے کچھ کہنے سے شرماتی ہے
اپنی مبہم سی عبارت کے دوپٹے میں چھپی
سر جھکائے ہوئے، کترا کے نکل جاتی ہے (۱)

آپ نے اپنی کئی نظموں مثلاً "گڑیا" اور "مقابلہ حسن" میں عشق کے نام پر عورت کے جذبات سے کھیلنے کے گھناؤنے فعل کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ مرد اساس معاشرے میں مردوں کا مطالبہ عورت سے ایک ربوٹ کی مانند بے جان حسن و جمال کا ایسا پیکر اور مجسمہ بن جانے کا ہے جو حقیقت میں ممکن ہی نہیں۔ فہمیدہ ریاض کی شاعری کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے دور کی جدید عورت نے نہ صرف یہ کہ ایک بے حد حساس اور زندگی کی نئی معنویت سے باشعور ذہنی سوچ کی آبیاری کا شعور اجاگر کروایا ہے، بلکہ اس اعتماد کا اظہار بھی کیا ہے جو اس صلاحیت کے نتیجے میں اس کے اندر پیدا ہوا ہے۔ ان کی شاعری میں ایک ایسی عورت مکالمہ کرتی دکھائی دیتی ہے جو اپنے بدن کی معنویت اور اہمیت سے پوری واقفیت تو رکھتی ہی ہے تاہم ذہن اور شعور کی پختگی کا احساس بھی اس کے اندر جاگزیں محسوس ہوتا ہے۔

پتھر کی زبان (۱۹۶۷ء) سے لیکر "آدمی کی زندگی" (۱۹۹۹ء) تک کے شعری سفر میں ان کی فکر و فن میں بتدریج ارتقائی عمل کارفرما نظر آتا ہے کتاب "پتھر کی زبان" ان نظموں کا مجموعہ ہے جو ایک نوجوان لڑکی کے رومانوی جذبات اور نفسانی خیالات کے بارے میں بات کرتی ہے اور "بدن دریدہ"، "دھوپ" اور "ہمرکاب" میں شامل نظمیں ایک لڑکی سے عورت اور ایک عورت سے ماں بننے کے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے نسائی جذبات اور احساسات کی آئینہ دار ہیں۔ نظم "آدمی کی زندگی" میں ایک ایسی عورت کا

ذکر کیا گیا ہے جو بدلتے ہوئے سماجی اور معاشی ماحول میں موجودہ دور کے انسان کو لاحق پیچیدہ مسائل سے پوری طرح واقفیت رکھتی ہے۔ ''آدمی کی زندگی'' میں شامل نظموں کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنسی تفریق، فرقہ واریت، مذہبی انتہاپسندی، تشدد اور بدعنوانی وغیرہ ایسے عناصر ہیں جو پاکستانی معاشرے میں جڑ پکڑ چکے ہیں اور جن سے چھٹکارا پائے بغیر پاکستانی معاشرہ، دور جدید میں ایک متوازن، منظم اور ترقی یافتہ سماج نہیں بن سکتا اور سماجی، معاشرتی، علمی اور فکری سطح پر اگر کوئی تبدیلی آئی بھی ہے تو وہ اتنی معمولی ہے کہ بحیثیت مجموعی کوئی انقلابی تبدیلی پیدا کرنے سے بہر طور قاصر ہے۔

نظم ''کوتوال بیٹھا ہے'' اسی ناقابل تبدیل سماجی صورت حال کا اشاریہ ہے۔ بلاشبہ آج وطن عزیز میں ضیاء الحق کے دور حکومت جیسا اندھا مارشل لائی نظام تو نہیں ہے۔ لیکن سماجی سطح پر آج بھی عورت کو انہیں تفریقات اور ناانصافیوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے جو گزشتہ کئی دہائیوں پہلے کی عورت کو درپیش تھے۔ مذہبی، سیاسی، معاشی صنفی تخصیص کا ہر جگہ عورت کو سامنا ہے۔ ''حاشیہ'' نظم اس جاگیر دارانہ ذہنیت کی طرف اشارہ کرتی ہے، جہاں شرم وحیا کے نام پر عورتوں کا صدیوں سے استحصال ہو رہا ہے۔ فہمیدہ ریاض کا تیقن ہے کہ عورت پیدائشی ڈری سہمی، مغلوب یا ثانوی حیثیت نہیں رکھتی۔ بلکہ قدیم تمدنی تہذیب نے اسے ایسی عورت بنا دیا ہے۔ آدمی کی زندگی'' میں شامل نظم ''حاشیہ'' عورت کی اسی افسوسناک حالت کی ترجمانی کرتی ہے کہ:

کرو جب رقم زرفشاں داستاں
اپنے اعلیٰ رواجوں کے اوصاف کی
تو اک حاشیہ اس میں تاریک چھوڑو
کہ لیٹی ہوئی ہیں وہاں باحیا مشرقی عورتیں
جن کو چشم فلک نے نہ دیکھا کبھی
وہاں درج ہے ان کے جسموں پہ خود ان کے ہاتھوں سے
ان کی حیا کی کہانی
تسلسل سے اب تک لکھی جا رہی ہے
بہت قابل رحم یہ داستان
ہے تمہارے تمدن کا وہ حاشیہ
کہ اوجھل رہا سب کی نظروں سے اب تک
اب اتنا بتا دو
کہ اس سے نظریں چراؤ گے کب تک؟ (۲)

''پتھر کی زبان'' کی بیشتر نظموں کی شروعات مایوسی اور اداسی سے ہوتی ہے۔ لیکن تقریباً سبھی نظموں میں ایک واضح موڑ آتا ہے، جہاں مایوسی، اداسی اور قنوطیت و یاسیت رجائیت کا شاخسانہ بن جاتی ہے جو کہ فہمیدہ ریاض کا ایک مثالی کارنامہ ہے۔ جہاں تک فہمیدہ ریاض جیسی باکمال شاعرہ کا تعلق ہے تو وہ اپنی نسائی حسیت کی وجہ سے منفرد اہمیت رکھتی ہیں۔ گویا ان کی رسائی عورت کے ان

تمام جذبات اور احساسات تک ہے جنہیں صرف ایک عورت ہی جان سکتی، سمجھ سکتی اور محسوس کر سکتی ہے۔ ایک اہم چیز جو ہم ان کی شاعری میں دیکھ سکتے ہیں اور جس سے ان کی شناخت قائم ہوتی ہے وہ تانیثی مسائل کا بھرپور اظہار یہ ہے۔

تانیثیت عورت کو آزادی اور یکساں حقوق دلانے کی ایک تحریک کا نام ہے۔ بلاشبہ فہمیدہ ریاض بھی حقوق نسواں کی ایک دبنگ آواز ہیں جو شاعری کے ذریعے لوگوں کے دل و دماغ میں ابھرتی ہے اور اثر انگیزی پیدا کرتی ہے۔ پاکستان کی تانیثی شاعری اسی سماجی و سیاسی جبر تلے محرومی و بے بسی کے رد عمل کے طور پر ایک احتجاج، بغاوت اور سرکشی و مزاحمت کی شاعری ہے۔ فہمیدہ ریاض کی شاعری نے عورت کے وجود کو ثابت بھی کیا اور عصری نظام سے تسلیم بھی کرایا۔ گویا ان کی شاعری سماج کا اعتراف نامہ ہے۔ ان کی شاعری کی مرکزی فکر عورت اور اس کے مسائل ہیں۔ انھیں یہ شکایت ہے کہ آخر یہ پدر سری معاشرہ عورت کو صرف ایک وقتی ضرورت کی شئے کیوں سمجھتا ہے، جب کہ وہ اس کے علاوہ بھی تو اپنی ایک شناخت رکھتی ہے۔ اسی احساس کو انھوں نے اپنی ایک نظم 'کب تک' میں پیش کیا ہے:

کب تک مجھ سے پیار کرو گے
کب تک؟
جب تک میرے رحم سے بچے کی تخلیق کا خون بہے گا
جب تک میرا رنگ ہے تازہ
جب تک میرا انگ تنا ہے
پر اس سے آگے بھی تو کچھ ہے
وہ سب کیا ہے
کسے پتا ہے
وہیں کی ایک مسافر میں بھی(۳)

اس کے علاوہ ان کے ہاں ناپختہ عمر کے معصوم اور کومل جذبات کی عکاسی ان کی نظم "خوشبو" میں کچھ یوں ملتی ہے؛

کانچ کی چوڑی کے ٹکڑوں سے
دھان میں بیٹھی کھیل رہی تھی
سمٹی سن کر نام تمہارا
آئی گرم حنا کی خوشبو(۴)

آپ ایک ایسی بے باک و نڈر تخلیق کار ہیں، جن کا کوئی ثانی نہیں۔ افسانہ نگاری میں عصمت چغتائی نے جنسی موضوعات کو جس بے باکی سے ابھارا تھا، شاعری میں اسی طرح کے موضوعات کو فہمیدہ ریاض نے نہ صرف برتا ہے، بلکہ اس کا حق بھی بخوبی ادا کیا ہے۔ فہمیدہ ریاض کو شاعری کی صنف میں عورتوں کی منٹو کہا جا سکتا ہے۔ جن موضوعات کو دوسری شاعرات شجر ممنوعہ سمجھ کر کبھی چھونے کی جرأت نہ کر سکیں، فہمیدہ ریاض نے اپنی شاعری میں بے باکانہ ان کا اظہار کر کے اپنے نام انقلابی شاعرہ کی سند مختص کروالی ہے۔ ان کی شاعری کو جنسی لذت پرستی اور سیاسی مہم جوئی کا الزام دے کر نظر انداز کرنے کی بھی بارہا کوشش کی گئی۔ مگر ان کی شاعری شعری لوازمات اور فنی خوبیوں سے پوری طرح آراستہ ہے، جمالیاتی محاسن سے بھرپور ان کی شاعری میں ایک پیغام نسائیت

ہے۔ جو دبایا نہیں جا سکتا۔ چونکہ فہمیدہ ریاض جس سماج میں رہیں، وہ سماج جبر و استبداد کا محور بنا ہوا تھا۔ لہٰذا انہوں نے اگر جنسی موضوعات کو چھوا تو ساتھ ہی ساتھ مرد و زن کے جبلی تعلقات کی فطری ضرورت کو بھی اپنی نظموں میں بطریق احسن برتا ہے۔

فہمیدہ ریاض کی نظموں میں ایک مضبوط اور فعال عورت کو دکھایا گیا ہے جو یہ ظاہر کرنے کے لیے قلمی جہاد کر رہی ہے کہ وہ اس معاشرے میں کتنی اہمیت رکھتی ہے جس کی باگ ڈور زیادہ تر مردوں کے ہاتھ میں ہے۔ اسے احساس ہے کہ معاشرہ نہیں چاہتا کہ خواتین خود مختار ہوں اور خواتین کو طاقت اور بلند مقام حاصل ہو بلکہ وہ ان پر قابو پانا چاہتے ہیں۔ اسی لیے فہمیدہ ریاض روایتی معاشرے میں خواتین کے ساتھ ہونے والے غیر منصفانہ سلوک کے خلاف آواز اٹھاتی ہیں۔ ان کی نظمیں جیسے "باکرہ"، "تمہارے بیچ"، "وہ ایک ناپاک عورت ہے"، "ایک عورت کی ہنسی"، "ایک خانہ بدوش عورت" اور "ایک لڑکی" وغیرہ یہ ایسی نظمیں ہیں جن میں ایک عورت کے لیے جابر مردانہ زاویہ نظر بیان کیا گیا ہے کہ جہاں عورت کا انکار بھی اقرار سمجھا جاتا ہے۔ فلسفیانہ سطح پر یہ مظہریت کی نفی ہے، لیکن پھر بھی انھوں نے اس کا اظہار کھل کر کیا ہے۔ نظم "سورہ یاسین" میں لکھتی ہیں کہ:

سوکھے حلقوم اور بیٹھتے دل سے سوچتی ہوں
شاید میں رستہ بھول گئی
یہ راہ تو میری راہ نہیں
اس راہ سے میں کب گزری تھی (۵)

فہمیدہ ریاض کی اس دور کی شاعری میں ایک شرمائی، لجائی ہوئی اور اپنی خواہشات کو چھپانے کی کوشش میں مصروف ایک ایسی لڑکی دکھائی دیتی ہے جو اس سوسائٹی سے خائف ہے جہاں کچھ جگہوں پر، لوگوں کو اپنی مرضی سے محبت کرنے کی اجازت نہیں ہے، اور اگر وہ ایسا کرتے ہیں، تو انہیں بڑے مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ یہ بات خاص طور پر خواتین پر صادق آتی ہے، جنہیں کسی سے محبت کرنے پر بہت سخت سزا دی جا سکتی ہے۔ اپنی نظموں "بیت چلی اداس شام"، "بیٹھا ہے میرے سامنے وہ"، "جب نیند بھری ہو آنکھوں میں"، اور "دل کی بات" سب رومانوی طرز احساس کی حامل نظمیں ہیں۔ یہاں ہماری ملاقات ایک ایسی شاعرہ سے ہوتی ہے جو محبوب کی یاد میں محبت کی تڑپ کو محسوس کرتی اور آنسوؤں کو اپنے اندر گراتی ہے نظم "قطرہ قطرہ" میں لکھتی ہیں کہ:

لمحہ لمحہ رات گزرتی جاتی ہے
قطرہ قطرہ دل میں آنسو گرتے ہیں (۶)

دی سیکنڈ سیکس کتاب (جسے عورتوں کی بائبل کہا جاتا ہے) کی مصنفہ سیمون دی بوا کے نزدیک عورت یا لڑکی "گڑیا" کی مانند ہے۔ وہ گڑیا سے ہی کھیلنا پسند کرتی ہے کیونکہ وہ بے جان ہوتی ہے اور بلاشبہ لڑکی کا ایسا رویہ اپنی سوچ سے نہیں بلکہ کسی اور کی سوچ کے مداخلت سے ترکیب پاتا ہے اور یہ سوچ مردانہ تغلب سوچ ہے جس کے اثرات رفتہ رفتہ عورت کی سائیکی پر گہرے نقوش ثبت کرتے جاتے ہیں اور وہ خود کو ایسا ہی سمجھنا شروع کر دیتی ہے جیسا تصور اسے دیا جاتا ہے۔ اس بارے میں سیمون دی بوا لکھتی ہیں:

> "بچی گڑیا کے ساتھ باتیں کر کے اس کے اور اپنے درمیان عینیت کی علامات دکھائی دیتی ہے لیکن یہ انسان چہرے والا چھوٹا سا مجسمہ ہوتا ہے۔۔ یا چہرے کے بغیر گندم کی بالی یا لکڑی کا ٹکڑا جو نہایت تسکین دہ انداز میں لڑکی کے مثبت کھلونے کے متبادل کا کام کرتا ہے۔ بنیادی طور پر فرق یہ ہے کہ ایک طرف تو گڑیا سارے جسم کی نمائندہ ہے اور دوسری طرف یہ

ایک مجہول شے ہے۔ اس حوالے سے بچی اپنی پوری شخصیت کو ایک بے جان چیز سمجھنے پر
مائل ہو گی"۔ (۷)

فہمیدہ ریاض کے پہلے مجموعہ "پتھر کی زبان" میں موجود نظم "گڑیا" کا موضوع بھی اسی خیال کی تائید ہے۔ یہ نظم مردانہ اجارہ داری پر مبنی معاشرے کی عورت سے روا رکھے گئے سلوک کی عکاس ہے۔ گویا گڑیا خاموش اور پتھر کا استعارہ ہے جو قوت گویائی اور سماعت و بصارت جیسی تمام حسوں سے محروم کر دی گئی ہے وہ لکھتی ہیں کہ:

بٹوا جیسے ہونٹ ہیں اس کے
اور رخساروں پر سرخی ہے
نیلی آنکھیں کھولے، بیٹھی تاک رہی ہے
جب جی چاہے کھیلو اس سے
الماری میں بند کرو
یا
طاق پہ رکھو اسے سجا کر
اس کے ننھے لبوں پہ کوئی پیاس نہیں ہے
نیلی آنکھوں کی حیرت سے مت گھبراؤ
اسے لٹا دو
پھر سو جائے گی (۸)

عورت ڈری سہمی ہوئی آواز میں نظم "اندیشہ" میں اپنے اندیشوں کا اظہار کرتی نظر آتی ہے۔

ہاتھ میں بیتی بات کی لرزش
لاکھ بچاؤں، کھنکے برتن
گھٹی گھٹی مجبوری میری
سب کے طعنے دل کی کھولن
محرومی سے اجڑی صورت
رسوائی سے آنچل میلا
نہیں نہیں، میں روتی کب ہوں
اس کا مجھ کو دھیان کہاں ہے
مجھ پر تم انگلی نہ اٹھاؤ
یہ گیلی لڑکی کا دھواں ہے (۹)

زن و مرد کا تعلق فطری ہے۔ لیکن عورت کو ہمیشہ سے ثانوی حیثیت حاصل رہی۔ ہمارے ادب میں مرد مصنفین کے ہاں جنس کو موضوع بنایا جاتا ہے اور پھر اس پر داد و دہش کا مظاہرہ بھی ہوتا ہے۔ مگر عورت کے قلم سے اس موضوع پر لکھنا معیوب سمجھا

جاتا ہے۔ فہمیدہ ریاض کی نظموں میں اس موضوع پر کھل کر اظہار ان کی نسائی پہچان اور تشخص کا ثبوت ہے۔ان کا شعری مجموعہ "بدن دریدہ" اپنے مزاج کے اعتبار سے بہت منفرد ہے۔ اسے ادبی حلقہ میں اس لئے تنقید کا نشانہ بنایا گیا کہ انہوں نے عورت ہوتے ہوئے "جنس" جیسے جذبہ کو فطری ضرورت کیوں قرار دیا۔ عورت کے منہ سے عورت کی سائیکی اور فطرت کا سچا اظہار چونکہ فن پارے کو جانچنے کے مردانہ تغلب کی سوچ کے حامل اصولوں کے منافی ہے۔ اس لیے اس کتاب پر بہت تنقید کی گئی۔ اگر ان موضوعات کو کوئی مرد تخلیق کرتا تو بلاشبہ اس پر سب واہ واہ کر کے داد دے رہے ہوتے لیکن یہ ایک عورت کا اظہار یہ تھا اس لیے اسے مذہبی، سیاسی اور معاشرتی پیمانوں پر پرکھتے ہوئے تنقید کرتے ہوئے قدغن لگائی گئی اور ان کی کردار کشی میں بھی کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی گئی۔ انہوں نے خود "بدن دریدہ" کے پیش لفظ میں لکھا ہے:-

> "آپ اسے "پتھر کی زبان" سے مختلف پائیں گے اس کے بعض موضوعات پر چند لوگوں کو بہت اعتراض ہوں گے ان کے خیال میں یہ فحش ہے جو چونکانے لئے لکھی ہیں"۔(۱۰)

فہمیدہ ریاض اپنی شاعری میں شرمائی، لجائی عورت کے پیکر کی بجائے جنسی امتیاز کے بغیر نسائیت کے وجود کی قائل ہیں۔ نظم چنبیلی کی نرم خوشبو" میں لکھتی ہیں؛

میری چنبیلی کی نرم خوشبو
ہوا کے دھارے پہ بہہ رہی ہے
ہوا کے ہاتھوں میں کھیلتی ہے
ترا بدن ڈھونڈنے چلی ہے(۱۱)

فاروق عثمان نے ان کی شاعری کے فکری ارتقا کے بارے میں اپنی رائے زنی کا اظہار کچھ اس طرح کیا ہے:

> "فہمیدہ ریاض کی شاعری اگر جذبات اور احساسات کے اظہار کی منزل پر رک جاتی تو یقیناوہ ایک ٹین ایج گرل سے مختلف نہ ہوتی۔ جذبات ان کے ہاں لاشعور سے شعور کی کرن بن کے پھوٹتا ہے اور جب وہ پورے زمانی اور فکری تسلسل کے پس منظر میں قبول کرتی ہے تو جنس مرکزی حیثیت رکھتی ہے"۔(۱۲)

ان کی شاعری میں عورت کی صحیح شناخت کا مطالبہ نہایت دھیمے اور موثر انداز میں ملتا ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے اپنی نسائی حیثیت یا عورت ہونے کو رکاوٹ نہیں سمجھا۔ نظم "ایک لڑکی "اس کی واضح مثال ہے۔"بدن دریدہ "میں موجود نظم "اقلیما" بھی عورت کو فتنہ اور باعث شر سمجھے جانے کے خلاف شدید رد عمل کا اظہار ہے۔ وہ اس نظم میں خدا سے مطالبہ کناں ہیں کہ کبھی اقلیما سے بھی مخاطب ہو جائے اور اس کے ساتھ برتے جانے والے سلوک کی شنوائی ممکن ہو۔ یعنی عورت کو بھی تو سنا جائے اس کے دکھوں کا مداوا کیا جائے۔

فہمیدہ ریاض کی شاعری نہ تو ایک عورت کی شاعری ہے اور نہ ہی اس کی مخاطب صرف عورت ہے۔ وہ عورت یا مرد کی تخصیص کے بغیر ایک حساس تخلیق کار ہیں۔ اسی لیے وہ عورت کو پرلے درجے کی مخلوق نہیں سمجھتیں اور نہ ہی معاشرتی کمتری کا درجہ دینے والوں کے سامنے جھکتی ہیں بلکہ عورت کو بطور عورت نہیں بلکہ ایک ایسے فرد کا درجہ دلانا چاہتی ہیں جس کو تمام حقوق حاصل ہوں۔ اس کا تشخص قابل قبول ہو۔ کوئی سماجی ناانصافی نہ کی جائے۔ فہمیدہ ریاض اپنے شعری مجموعہ "دھوپ" کے دیباچے میں لکھتی

ہیں کہ سماجی شعور اس جھنجھوڑ دینے والی آگہی کا نام ہے جو اس کی ذات کے دکھ اور سکھ کا ناطہ بڑے بڑے اسٹوروں سے پولیس تھانہ سے اسمبلی کی عمارتوں سے بھرتی کے دفاتر سے واضح کر دیتی ہے جیسے تاریک کمرے سے اچانک روشنی آجائے اور تھوڑی دیر بعد دور دور صاف دکھائی دے۔

نسائی حسیت کے ساتھ ساتھ فہمیدہ ریاض کی شاعری میں عصری شعور نے انہیں اذیت ناک خمیازہ بھگتنے پر مجبور کیا ہے۔ سچ بولنے اور حق بات کہنے کی پاداش میں جلاوطن کر دیے جانے والی تخلیق کار کی نظم ان کے شعری مجموعے "دھوپ" میں شامل نظم "۲۳ مارچ ۱۹۷۳ء" بھی گہرے شعور اور علمی بصیرت کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ نظم ملکی انتشار و افراتفری اور ہماری سیاسی ریشہ دوانیوں کا پردہ چاک کرتی ہے۔ ان کا شعری مجموعہ "دھوپ" انہیں گھر گرہستن کی بجائے ایک پڑھی لکھی، تہذیب یافتہ، نڈر، باشعور اور بے باک تخلیق کار کے طور پر متعارف کرواتا ہے۔ اس مجموعے کی بیشتر نظمیں مارشل لاء کے نظام کے خلاف پر زور احتجاج ہے۔ ان کے شعری مجموعے "کیا تم پورا چاند دیکھو گے" اور ہم رکاب میں شامل نظم "مغرور" فہمیدہ ریاض کے عمیق سیاسی بصیرت و شعور کی ترجمان ہیں۔ ان کی نظم "نینا عزیز" میں مرد اساس سماج میں عورت سے برتے گئے غیر مساویانہ سلوک کی تصویر ایک سچے انداز میں پیش کی گئی ہے:

مگر آہ اس میں نئی بات کیا ہے؟
وہ عورت تھی ہم جنس سب عورتوں کی
سدا جس پر چابک برستے رہے ہیں
جو ہر دور میں سر بریدہ مسانوں میں لائی گئی (۱۳)

فہمیدہ ریاض اپنی شاعری میں جس عورت کو مثالی قرار دیتی ہیں وہ عورت ہونے یا نسوانیت سے انکاری نہیں بلکہ وہ اپنی تمام تر فطری آرزوؤں، رومانوی جذبوں اور خواہشات سے بھرپور پیکر ہے۔ وہ عورت کے بارے میں صدیوں سے دیئے جانے غلط تصورات کو رد کرتے ہوئے بحیثیت فرد وہ اعتماد اور تیقن دینے کی قائل ہیں جس پدر سری سماج میں اسے ہمیشہ محروم رکھا گیا ہے۔ فہمیدہ ریاض کی اسی کاوش اور سعی پیہم کو پیش نظر رکھتے ہوئے "ڈاکٹر سلیم اختر" نے "میں مٹی کی مورت" کے فلیپ میں لکھا:

> "پاکستانی مردوں کے تنگ نظر معاشرے میں فہمیدہ ریاض اپنی نسوانیت سے خوف زدہ ہونے کی بجائے اسی کو اپنا سب سے بڑا ہتھیار بنا کر اپنی شرائط پر زندگی بسر کر رہی ہے جو بذات خود بہت بڑا جہاد ہے"۔ (۱۴)

انہوں نے اپنی شاعری میں ایک عورت کے تجربات کو انتہائی بے باکانہ اظہار بیان سے مربوط کر کے اور ان کا رشتہ زندگی کے متنوع پہلوؤں سے قائم کر کے پیش کیا ہے۔ جیسا کہ رام لعل نے بیان کیا ہے:

> "ایک لڑکی سے عورت اور ایک عورت سے ماں بننے تک کے سفر میں جو تصویریں 'بدن دریدہ' اور 'دھوپ' کے زاویوں اور کرنوں میں ڈھلتی چلی جاتی ہیں وہ ذاتی، دھار دار اور ست رنگی ہیں۔ ذاتی اس حوالے سے کہ اس سے پہلے ایسی باتیں ہم نے کسی عورت کی زبان سے نہیں سنیں۔ دھار دار اس حوالے سے کہ ایسا بے باک لہجہ، ایسے بے باک خیالات کے جلو میں اس سے پہلے کسی نے اختیار نہیں کیا اور ست رنگی اس حوالے سے کہ فہمیدہ ریاض نے ہر تجربہ کو ہری

بھری رتوں، ساون کی بارشوں اور بہار کے حسن کی لذتوں اور منظروں کو گود میں پال کر جوان کیا ہے"۔(۱۵)

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ فہمیدہ ریاض کی شاعری آزادیٔ نسواں کے لیے مزاحمت کی شاعری ہے۔ فہمیدہ ریاض ایک ایسی مصنفہ ہیں جو خواتین کے مسائل کا بہت خیال رکھتی ہیں اور ان کے بارے میں کھل کر بات کرتی ہیں۔ انہوں نے اس وقت لکھنا شروع کیا جب معاشرے میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں اور وہ ہمیشہ ان لوگوں کے خلاف لکھتی تھیں جو دوسروں کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک کر رہے تھے۔ ایک منصفانہ اور مساوی نظام کی حمایت اور خواتین کو درپیش مسائل پر ہمیشہ اپنی توجہ مرکوز رکھی۔ جس طرح وہ اپنی شاعری میں ان مسائل پر ببانگ دہل بات کرتی ہیں وہ اس سے مختلف ہے جس کی آپ توقع کر سکتے ہیں۔

وہ نہ صرف خواتین کے ساتھ برا سلوک کیے جانے پر غمزدہ ہیں بلکہ مردوں کے ساتھ برا سلوک کیے جانے پر بھی نوحہ کناں دکھائی دیتی ہیں۔ وہ محض عورتوں کے مظلوم ہونے کی بات نہیں کرتی، وہ مردوں کے مظلوم ہونے کی بھی تائید کرتی ہیں۔ کیوں کہ وہ مساوی صنفی سلوک کی قائل ہیں۔ جنسی و صنفی تعصب سے بالاتر ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ ہمارے معاشرے میں امیر اور طاقتور جاگیر دارانہ نظام معاشرت نے غریب اور بے بس عوام سے انسانی مرتبہ و منصب اور زندگی گزارنے کے بنیادی حقوق غصب کر رکھے ہیں۔ ان کی عزت و آبرو اور عزت نفس کو تار تار کرنے میں خود کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مجبور و بے کس لوگ مشکل حالات میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔

انھوں نے عورتوں کے مسائل کی کھل کر نمائندگی کی ہے۔ ان کا تخلیقی سفر باقاعدہ طور پر ترقی پسند تحریک اور مارشل لائی دور سے شروع ہوا تھا، اس لیے انہوں نے ہمیشہ جمہوری واشتراکی نظام کی حمایت اور جبر و استحصال کے خلاف اپنے خیالات کا برملا اظہار کیا۔ فہمیدہ ریاض کے یہاں ہجری درد بھی روح کو بے چین رکھتا ہے۔ لیکن ان کی شناخت تانیثی مسائل کو اجاگر کرنے سے ہوتی ہے۔ آپ نے اپنی شاعری میں نسائی مسائل کو جس انداز میں پیش کیا ہے، وہ یقیناً غیر معمولی ہے۔ آپ کی شاعری مظلومیٔ نسواں کی نہیں بلکہ مظلومیٔ انسان کی نوحہ خواں ہے۔

فہمیدہ ریاض اپنی کتاب کے آغاز میں کہتی ہیں کہ جب کوئی مشکل حالات میں ہوتا ہے۔ اگر دنیا کے تمام مسائل کو دیکھ کر ایسا محسوس کرے کہ وہ اپنی زندگی کے اختتام پر ہے۔ جہاں وہ مر سکتا ہے تو بھی اسے ہار نہیں ماننی چاہیے۔ اسے آخری دم تک لڑنا چاہیے۔ آخری سانس تک ڈٹے رہیں، جنگ کریں۔ میں نے بھی یہی کیا۔ سو مَیں نے بھی اپنی گردن کبھی جھکی ہوئی نہیں پائی۔ میری نظمیں جو آپ کے سامنے ہیں ایک رجز ہیں جنھیں بلند آواز سے پڑھتی ہوئی میں اپنے مقتل سے گزری ہوں۔ اس لیے "بدن دریدہ" کو ایک رزمیہ کہنا چاہیے۔ یہ رزمیہ فہمیدہ ریاض کے آخری مجموعہ کلام "تم کبیر" تک مختلف اور متنوع انداز میں پھیلتا چلا آیا ہے۔ انہوں نے جو نظمیں لکھی ہیں وہ ان کے لیے مرنے کے بعد بھی کلام کا ایک طریقہ ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کی کتاب "بدن دریدہ" ایک احتجاج کی مانند ہے۔ یہ احتجاج فہمیدہ ریاض کی تمام شاعری میں مختلف طریقوں سے ہوتا رہا، یہاں تک کہ ان کی نظموں کے آخری مجموعے "تم کبیر" کی اشاعت تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہا۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنی شاعری کے ذریعے مختلف خیالات اور احساسات کی متلاشی ہیں۔

فہمیدہ ریاض مذہبی انتہا پسندی اور ذات پات کی بنیاد پر امتیازی سلوک دونوں کو غیر انسانی اور غیر اخلاقی انداز میں دیکھتی ہیں۔ وہ مانتی ہیں کہ مذہب ہر فرد کے لیے ذاتی انتخاب ہونا چاہیے۔ "چادر اور چاردیواری" اور "بھارت ناٹیم" ان غیر انسانی عقائد اور

طرزِ فکر و احساس کی نفی میں لکھی گئی خوب صورت نظمیں مروجہ فرسودہ طریقوں کو مسترد کرنے کے بارے میں ہیں اور وہ ایک بہتر مستقبل کی امید دلاتی ہیں۔ اب، فہمیدہ ریاض ایسی شخصیت ہیں جو بہت ایماندار ہیں اور مادی زندگی کی لذتوں اور خلفشار کا سامنا کرنے کے بعد بھی روحانی ترقی کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

اپنی نظموں کے مجموعے "دھوپ" کے تعارف میں رقمطراز ہیں کہ ان نظموں کے بہت سے پہلو ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ ہم اتحاد کو ان مختلف پہلوؤں میں دیکھیں۔ ادب میں، لوگ اکثر اندرونی اور بیرونی موضوعات کو الگ الگ تقسیم کر دیتے ہیں، لیکن فہمیدہ ریاض کا خیال ہے کہ ہمارے باطن کی تشکیل ہماری ظاہری ذات سے ہوتی ہے۔ ان کی شاعری میں ایک اور اہم اثر ان کی والدہ کا ہے، جو گہرا جذبہ اور فہم رکھتی تھیں۔ فہمیدہ ریاض کا دل ٹوٹا ہوا ہے۔ انہوں نے نوجوان بیٹے کبیر کی موت کا صدمہ اس طرح سہا کہ دین و دنیا سے دل ہی اچاٹ ہو گیا۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کبیر اُن سے زندہ رہنے کی خواہش ہی اپنے ساتھ لے گیا ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ کبیر، جس سے وہ پیار کرتی ہے، یادوں میں، خیالوں میں اس کے ساتھ رہنے کی ٹھان لی ہے۔ لیکن زندگی میں بے بسی سے ہار ماننے کے بجائے، اس نقصان نے انہیں آنسوؤں سے لبریز شاعری لکھنے کی طرف راغب کیا۔ اسی لیے انہوں نے اپنے آخری "موسموں کے دائرے میں" مجموعہ کا نام بدل کر "تم کبیر" رکھا۔ اس مجموعے کی پہلی نظم "امی" ہے۔ اور بقول فہمیدہ ریاض کہ میں تو لکھنے کے لیے قلم توڑ چکی تھی لیکن کبیر کی دائمی جدائی از سر نو گریہ شاعری لکھنے میں محرک ثابت ہوئی۔

فہمیدہ ریاض کو نسائی شاعری کی روایت میں بہت بہادر شاعرہ مانا جاتا ہے، خاص طور پر جب لوگوں کو حکومت وقت کے خلاف بولنے کی اجازت نہیں تھی۔ آپ نے اپنی منظوم شاعری میں جس جرأتِ رندانہ کے ساتھ عوامی انقلاب کی دعوت دی وہ اُس دور کی شاعری میں اور کہیں نظر نہیں آتی۔ انہوں نے ضیاء کی آمریت اور اس کے منفی نتائج کے بارے میں بہت کچھ لکھا۔ لہٰذا ضیاء آمریت کے دوران میں خدا کے نام پر جس آمریت کا رقص جاری رہا اُس کی عکاسی اور اُس کے خلاف کھلا احتجاج نظم "خبر نامہ" میں عکس ریز ہے۔ آپ نے اپنی منظوم شاعری میں جس جرأتِ رندانہ کے ساتھ عوامی انقلاب کی دعوت دی وہ اُس دور کی شاعری میں اور کہیں نظر نہیں آتی۔ اپنی شاعری کے آخری مجموعے میں، انہوں نے حضرت زینب کی یاد میں دو اشعار لکھے، جو ناانصافی کے خلاف اٹھنے والی تاریخی شخصیت تھیں۔

پابرہنہ خستہ تن گلیوں میں پھروائی گئیں
رسیوں میں باندھ کر دربار میں لائی گئیں
سامنے سفاک قاتل تخت پر بیٹھا ہوا
تشت میں رکھا ہوا سر سید ابرار کا (۱۶)

نظم "خطبہ زینب یزید کے دربار میں" حضرت زینب کے لیے ان کے احترام اور تعریف کو ظاہر کرتی ہے ا۔ اس اعتبار سے دیکھیں تو وہ ہمیں روحانی تجسس سے شعری پیکر تراشنے میں مصروف سخن نظر آتی ہیں۔ خالدہ حسین نے کیا خوب لکھا ہے کہ فہمیدہ ریاض وہ پہلی شاعرہ ہے جس نے عورت کا آرکی ٹائپل تشخص اُجاگر کیا۔ وہ عورت کے منصب اور مسائل کو جسمانی اور روحانی سرشاری کے ساتھ منسلک دیکھتی ہیں۔ وہ ایک ایسی صداقت شعار انسان ہیں جو مادی زندگی کے رنگ و نور میں کھو کر بھی روحانی بالیدگی کی متلاشی نظر آتی ہیں۔ اپنے مجموعہ کلام "دھوپ" میں شامل نظموں کے تعارف "آمنے سامنے" میں لکھتی ہیں کہ دیکھنے میں 'دھوپ' کی نظموں کے کئی

رُخ ہیں۔ ضرورت امر کی ہے کہ ان متعدد پہلوؤں کی وحدانیت کو صحیح معنوں میں محسوس کیا جا سکے۔ ادب میں داخلی اور خارجی موضوعات کی حد بندیوں کا رُجحان عام ہے۔

ان کی شاعری کا ایک اور معتبر حوالہ ان کے ہاں مامتا کا جذبہ اور اس کی تفہیم ہے۔ آپ نے اُردو ادب کے شعری اور نثری سرمایہ کی آبیاری میں عمر بھر کی ریاضت کی جوت جگائی اور جو سفر بچپن کی سیاہ زلفوں، اور دلکش چہرے سے شروع ہوا وہ بالآخر بالوں کی چاندی اور بڑھاپے کی کمزوری پر ختم ہوا۔ مجموعی طور پر، ان کی نظمیں اہم موضوعات کے بارے میں ہیں اور وہ چاہتی ہیں کہ لوگ سمجھیں اور ان کا مطلب جانیں اور ان کے خیالات تک رسائی حاصل کریں۔

رن بھومی میں لڑتے لڑتے بیتے کتنے سال
اک دن جل میں چھایا دیکھی چٹے ہو گئے بال
پاپڑ جیسی ہوئیں ہڈیاں، ہلنے لگے ہیں دانت
جگہ جگہ جھریوں سے بھر گئی سارے تن کی کھال (۱۷)

المختصر یہ کہ اُردو شاعری میں عورت کو صنفی امتیازات سے ماورا پدر سری سماج میں انسانیت کے مساوی درجے پر فائز کرنے اور نسائی تشخص کے فروغ میں اہم کردار ادا کرنے میں فہمیدہ ریاض کی صورت میں اس جاندار، معتبر اور انقلابی نسائی آواز کو کسی صورت بھی دبایا نہیں جا سکے گا۔ علاوہ ازیں عصر حاضر اور مستقبل کی شاعرات کے لیے نسائی حسیت کے پیش نظر کسی بھی تانیثی موضوع اور مسائل پر قلم اٹھانے کے حوالے سے فہمیدہ ریاض کی شاعری ایک معتبر حوالہ اور حوصلہ افزا وسیلہ بن کر شعر و سخن کے میدان میں نقش اول اور رہنمائی کا باعث بنے گی۔ اور عورت کو زندگی کے ہر درجے پر عزت و وقار کا مقام و مرتبہ دلانے کے لیے جرات و بہادری کا جو علم فہمیدہ ریاض نے اپنی شاعری کے ذریعے بلند کیا ہے اسے آنے والی نوخیز نسلیں تھام کر مستورات کے حقوق کی پاسداری کا حق ادا کر سکیں گی۔ اور یوں اُردو شاعری میں حقوق نسواں کے حصول اور تحفظ کی بازگشت سنائی دیتی رہے گی۔

یہ چار دیواریاں، یہ چادر، گلی سڑی لاش کو مبارک
کھل فضاؤں میں بادباں کھول کر بڑھے گا مرا سفینہ
میں آدم نو کی ہم سفر ہوں
کہ جس نے جیتی مری بھروسہ بھری رفاقت (۱۸)

حوالہ جات

۱۔ فہمیدہ ریاض، جھجک، کلیات سب لعل و گہر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۲۳
۲۔ فہمیدہ ریاض، نظم حاشیہ، کلیات سب لعل و گہر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۴۶۱
۳۔ فہمیدہ ریاض، نظم کب تک، کلیات سب لعل و گہر، ص ۱۱۸
۴۔ فہمیدہ ریاض، نظم کب تک، کلیات سب لعل و گہر، نظم خوشبو، ص ۳۲
۵۔ فہمیدہ ریاض، نظم سورہ یاسین، کلیات سب لعل و گہر، ص ۹۹
۶۔ فہمیدہ ریاض، نظم قطرہ قطرہ، کلیات سب لعل و گہر، ص ۶۲

۷۔ سیمون دی بوا، مترجم یاسر جواد، فکشن ہاؤس مرے روڈ لاہور، ص ۲۴۳

۸۔ فہمیدہ ریاض، نظم گڑیا، کلیات سب لعل و گہر، ص ۵۸

۹۔ فہمیدہ ریاض، نظم اندیشہ، کلیات سب لعل و گہر، ص ۴۲

۱۰۔ فہمیدہ ریاض، بدن دریدہ، مشمولہ، پیش لفظ، 1978، مکتبہ دین و ادب، امین الدولہ پارک لکھنؤ، ص ۱۱

۱۱۔ فہمیدہ ریاض، نظم میری چنبیلی کی نرم خوشبو، کلیات سب لعل و گہر، ص ۲۸

۱۲۔ فاروق عثمان، نکات نظر، بیکن ہاؤس ملتان، ص ۴۲

۱۳۔ فہمیدہ ریاض، نظم نینا عزیز، ص ۴۷۳

۱۴۔ فہمیدہ ریاض، میں مٹی کی مورت، مشمولہ فلیپ از ڈاکٹر سلیم اختر، ص ۱۴۳

۱۵۔ رام لعل، دریچوں میں رکھے چراغ، (ادبی خاکے)، شانتی نکیتن، س ن، لکھنو، ص ۱۵۱

۱۶۔ فہمیدہ ریاض، نظم گڑیا، کلیات سب لعل و گہر، ص ۴۶۴

۱۷۔ فہمیدہ ریاض، نظم گڑیا، کلیات سب لعل و گہر، ص ۳۴۷

۱۸۔ فہمیدہ ریاض، نظم گڑیا، کلیات سب لعل و گہر، ص ۳۴۷

References in Roman Script:

1. Fahmida Riaz, Jhajak, Kaliat Sab Laal –o-gohar, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2011, p. 23

2. Fahmida Riaz, Nazm Hashiya, Kalyat Sab Laal –o-ghhar, Sang-e-Meel Publications, Lahore, Year of publication 2011, p. 461

3. Fahmida Riaz, Nazm Kabtak, Kaliat Sab Laal –o-gohar, p. 118

4. Fahmida Riaz, Nazm Kabtak, Kaliat Sab Laal –o-gohar, Nazm Khushboo, p. 32

5. Fahmida Riaz, Nazm Surah Yasin, Kaliat Sab Laal –o-gohar, p. 99

6. Fahmida Riaz, Nazm Qatra Qatra, Kaliat Sab Laal –o-gohar, p. 62

7. Simon de Boa, (Mutrajm)Yasir Jawad, Fiction House, Murray Road, Lahore, p. 243

8. Fahmida Riaz, Nazm Gariya, Kalyat Sab Lal Waghar, p. 58

9. Fahmida Riaz, Nazm Andisha, Kalyat Sab Lal Waghar, p. 42

10. Fahmida Riaz, Badan Darida,(Mashmola), Paish Lafz,1978,Maktba Din-o-Adab, Amin-ud-Daula Park, Lucknow, p. 11

11. Fahmida Riaz, Nazm Meri Chanbeli Ki Narm Khushbo, Kaliat Sab Laal –o-gohar, p. 28

12. Farooq Usman, Nikat Nazar, Beacon House Multan, p. 42

13. Fahmida Riaz,Nazm, Nina Aziz, p. 473

14. Fahmida Riaz, Mien Matti ki Murat, Mashmola flap Az Dr. Salim Akhtar, p.143

15. Ram Lal,Dareechon Mien Rakhay Charag, (Adbi Khakay), Shantiniketan, Sun., Lucknow, p. 151

16. Fahmida Riaz, Nazm Gariya, Kaliat Sab Laal –o-gohar, p. 464

17. Fahmida Riaz, Nazm Gariya, Kaliat Sab Laal –o-gohar, p. 347

18. Fahmida Riaz, Nazm Gariya, Kaliat Sab Laal –o-gohar, p. 347